خطباتِ شعار اے مسلم لیگ ۱۹۲۸ء
شریف دلوی کاتبی

(۲)
۱۴

# سولھواں اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ بمبئی

منعقدہ

۳۰، ۳۱، دسمبر ۲۴ء

---

# عالیجناب شریف دیوجی کانجی صاحب

## صدر مجلس استقبالیہ کا خطبہ

مترجمہ

جناب خواجہ امیر احمد صاحب انصاری پانی پتی۔ بی۔ اے، ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

نایب مدیر روزنامہ "وحدت"

باہتمام منیجر روزنامہ وحدت

جہانگیر علوی پریس بمبئی نمبر ۶ میں طبع ہوکر

دفتر روزنامہ "وحدت" سے شایع ہوا

## اراکین آل انڈیا مسلم لیگ - خواتین وصاحبان!

مجلس استقبالیہ کا صدر ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ایک خوشگوار فرض عائد ہوتا ہے جو اعلیٰ اعزاز اور قابل فخر تفوق وہ استحقاق سے مملو ہے۔ اور مَیں آپ حضرات کی اس عظیم الشان شہر بمبئی میں تشریف آوری پر دلی خیر مقدم پیش کرکے اس فرض کے انجام دینے میں تعجیل کرتا ہوں۔

مجھے اعتماد ہے کہ آپ ہمارے خلوص خیر مقدم کا اندازہ اس امر سے نہیں کرینگے کہ ہم آپکی کافی تواضع نہیں کرسکے۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپکے قیام کے متعلق ہمارے انتظامات میں ترقی کی بہت گنجایش ہے۔ ہم نے آپکی اقامت کو خوش آیند اور آرام دہ بنانیکی کوشش کی ہے۔ لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ آپکو ایک گونہ تکلیف اور بے آرامی محسوس ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اسلامی خلق سے ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز فرمائینگے۔ لیکن اگر آپ کسی ایسی فرو گذاشت کیطرف توجہ دلائینگے جو باوجود احتیاط کے باقی رہ گئی ہو تو ہم آپکے شکر گذار ہونگے۔

اسکے بعد میرا یہ فرض ہے کہ میں اظہار احسانمندی کے ساتھ آپکا اس آمادگی پر شکریہ ادا کروں کہ آپ نے عظیم الشان ایثار سے کام لیکر ہماری دعوت کو ایسے وقت میں شرف قبولیت بخشا کہ زمانہ بہت سخت ہے۔ تجارت کی کساد بازاری ہے۔ لوگوں میں ہیجان ہے اور فضا بادلوں سے تاریک ہے جنمیں ایسا مادہ بھرا ہوا ہے جسکے ہر لمحہ پھٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ایسے وقت میں ایسا شاندار اجتماع جیسا کہ اسوقت میری آنکھوں کے سامنے ہے جسمیں ہندوستان کے ہر حصہ کے ممتاز نمائندے شامل ہیں۔ مسلمانان ہند کی قابلیت تنظیم اور سیاسی ذہانت کا ایک سبق آموز نظارہ اور طمانیت بخش مظاہرہ ہے۔ آج سے چودہ برس پہلے بمبئی میں لیگ کا خاص اجلاس ۱۹۱۸ء میں منعقد ہوا تھا۔ لیکن یہ قلیل مدت ہجوم واقعات سے معمور رہی جنھوں نے ہندوستان اور اسلام کی بنیادوں کو متزلزل اور انکے مستقبل کو تاریک کر دیا ہے۔ ان واقعات سے جو پیچیدہ اور نازک مسائل رونما ہوئے ہیں اور جن سے ہمیں مقابلہ درپیش ہے وہ تاوقتیکہ صبر و تحمل سے کام نہ لیا جائے انصاف میں کشادہ دلی اور فیاضی کی آمیزش سے اعتدال پیدا نہ کیا جائے۔ حقوق میں ایثار کی چاشنی نہ دیجائے۔ فرائض میں مستعدی سے حصہ نہ لیا جائے۔ اور سیاست دانی کی بنیاد عملی ذکاوت اور اعلیٰ ترین شریف النفسی پر قائم نہ کیجائے اسوقت تک وہ مسائل ہرگز حل نہیں ہو سکتے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے جلسہ کو برکت دے اور آپکو یہ توفیق مرحمت فرمائے کہ آپ جرات و فراست کے ساتھ اور معقول مصالحانہ انداز سے بغیر اصول کی قربانی کئے ہوئے حالات حاضرہ سے اس طرح عہدہ برآ ہوں کہ خواہ فروعات میں اختلاف رہے لیکن اصول میں ضروری اتحاد ہو۔

### ہندوستان کی حیثیت

سب سے پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ دنیا میں ہندوستان کی حیثیت کیا ہے۔ آیا وہ اچھوتوں میں سے ایک اچھوت

ہو کر رہیگا - یا قوموں میں سے ایک قوم کی حیثیت رکھیگا - اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہندوستان کی حیثیت اندرون سلطنت' ہماری توجہ فوراً اپنی طرف منعطف کراتی ہے - یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ کینیا میں غلام ہے اور یہ ایک مضحکہ انگیز بہروپ ہے کہ وہ مجلس اقوام میں مساوی درجہ کا رکن ہے - عدم مداخلت کا اصول شاہی نوآبادی میں استعمال نہیں کیا جاتا - میں یقین کرتا ہوں کہ اس اصول کو بالائے طاق رکھدیا جائیگا - اگر بوئر جنوبی افریقہ میں برطانوی قلت کو بے حق یا جدا کر دیں - اسکے لیے جو عذر پیش کیا جاتا ہے وہ ایک صاف اور صریح حیلہ ہے - ہندوستان کے لوگوں کا مزاج اس ذلت آمیز گستاخی اور موذی ڈپلومیسی کو اب ہرگز برداشت نہ کرے گا - اس قسم کی تذلیل و تحقیر قومی تعصب اور انتقام کے شعلوں کو بھڑکاتی اور ملک میں انقلاب کی روح پھونکتی ہے جس سے کسی روز ہولناک قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ سکتی ہے جسکے خوف سے امن پسند لوگ سہمے جاتے ہیں - برطانوی نسل کو جو اپنی عملی ذکاوت کے لیے مشہور رہی ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ ہندوستان جیسا براعظم جسکی ۳۲ کروڑ آبادی ہے جسکو قوائے عقل و فہم عطا کیے گئے ہیں اور جسکے ہر رگ و ریشہ میں آزادی کی حمیت نے جان ڈالدی ہے - ہمیشہ کے لیے غیر ملکی حکومت کا جو ابر داشت نہیں کرسکتا - خواہ وہ حکومت کتنی ہی مفید اور نفع بخش کیوں نہ ہو - ہندوستان کو بلا خطرناک تاخیر کے یہ اطمینان دلا دینا ضروری ہے کہ وہ روئے زمین کی ہر سلطنت کے ساتھ ہمسر ازحیثیت رکھتا ہے - یہ ہر قوم کا پیدائشی حق ہے - وہ حیثیت کیا ہے جسکا ہم مطالبہ کرتے ہیں؟ آزادی ایک قومی نصب العین ہے اور بین الاعتمادی بین الاقوامی مطمح نظر ہے - میرے نزدیک بین الاقوامی نصب العین زیادہ ارفع اور اعلیٰ ہے جو کل مومنین اخوۃ کے اسلامی نصب العین کے ہم آہنگ ہے اور یہ نسل اور رنگ کی تفریق و تمیز سے مبرا ہے - ایک ایسا اظہار اعتماد جو بین الاقوامی نصب العین کی حمایت کرتا ہو اسپر بہت آسانی سے یہ فتوے دیا جا سکتا ہے کہ یہ خیال غلامانہ مبہم ادراک کا نتیجہ ہے - اسکے باوجود میں اُن مسلمانوں کی متفقہ رائے سے اظہار موافقت کرنے کی جرات کرتا ہوں جنکو یہ امر مطمئن کر سکتا ہے کہ اندرون دولت جمہوریہ برطانیہ انکو سمندر پار نوآبادیات کے ساتھ کامل حیثیت مساوات حاصل ہو جائے - یہ صورت قانون اصلاحات اور اعلان شاہی کی "ذمہ دار حکومت اندرون برطانوی ہند بطور کامل جزو سلطنت" کی ہمنوا ہے -

## ہندوستان میں اسلام

ہندوستان میں اسلام کی حیثیت کے متعلق غلط فہمی ہے اور وہ فرقہ وارانہ نفاق و شقاق کا ایک ہولناک سرچشمہ بنگئی ہے - پین اسلامزم کے خوف سے ہندوؤں کا سینہ شکوک اور بے اعتمادی سے لبریز ہے - بے اعتمادی سے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے - شک خانہ برانداز امن ہے - پین اسلامزم کا بھوت بنا کر کھڑا کر لینے کا کوئی جواز نہیں ہے - مذہبی طور پر ہندوؤں نے مسلمانانِ ہند کے صحیح مقصد کو سمجھا ہی نہیں ہے - بلحاظ نسل و مذہب ان کا وجود اسلئے ہے کہ وہ ہندو مسلم اتحاد

کے معمار بنیں۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام ایشیا میں ہندوستان اور اسلامیات ایشیا کے مابین قلبی مفاہمت سے زیادہ کوئی شریفانہ اور شاندار مقصد خیال میں نہیں آسکتا۔

اسی سند کی بنا پر ہندوستان جیسا کہ ہندوؤں کا وطن ہے ویسا ہی مسلمانوں کا بھی ہے۔ مسلمان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ہم ہندوستانی نہیں رہے۔ مسلمانانِ ہند میں ایک کثیر تعداد ہے جنکی رگوں میں پانڈو اور کورو کا خون موجزن ہے۔ وہ ہندوؤں کے نسلی بھائی ہیں۔ لیکن ہمارے گھر اور کھیتوں سے باہر ...... ہمارے مقامات مقدسہ، ہمارا خلیفہ اور تین کروڑ نفوس ہیں جو ہمارے دین کے شریک ہیں۔ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔ خون اور مذہب کے لحاظ سے مسلمانانِ ہند نسلی بھائیوں اور دینی بھائیوں کو باہم مربوط کرنیوالی کڑیاں ہیں۔ کون کہ سکتا ہے کہ خون میں مذہب سے زیادہ زور ہے یا مذہب میں خون سے زیادہ قوت ہے؟ یہ ہے وہ نرالی اور عجیب و غریب حیثیت جو کارساز عظیم و حکیم قدیر نے ہمیں ودیعت کی ہے۔

اسلامی اخوت، ہمارے رسول اکرم صلعم کا عظیم ترین عطیہ ہے یہ ایک بے بہا وراثت ہے جسکے مقابلہ کی تمام عیسائیت بلکہ تمام کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ ایک مستقل معجزہ ہے۔ ایک عجوبہ روزگار ہے اور نہایت مؤثر و محکم رابطہ انسانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے وطن کے اندر اور وطن سے باہر جو مسلمان یا مسلم سلطنتیں ہیں انکی بدبختی اور خوش نصیبی ہمارے دلوں میں ہمدردی کے نہایت گہرے جذبات میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے۔ ہندو اور یورپ میں ہماری ان بیرونِ ملک ہمدردیوں کو پین اسلام ازم سے تعبیر کرکے بدنام کرتے ہیں کہ یہ ملکی وطن پرستی کے منافی ہے۔ مسلمانوں میں یہ جذبات ہمدردی فطری ادراک سے نشوونما پاتے ہیں جو رسول آئین کی شریعت اور مخلصانہ مفاہمت کا طریقہ ہیں جو ...... مشیت الٰہی کے ماتحت ہندوستان اور عالم اسلام میں بڑی سے بڑی تعداد کے لئے زیادہ سے زیادہ سود و بہبود کا موجب ہے۔ ہندوستان میں حیثیت اسلام کے اس پہلو کو بدقسمتی سے نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ ایک بہتر افہام و تفہیم سے ہمارے تباہ کن تنازعات و مناقشات اصلاح پذیر ہو جائینگے۔ تصفیوں میں سہولت ہو جائے گی اور ارض وطن میں امن اور نیک اتحادی قائم ہو جائے گی جسکے ہم سب تہ دل سے متمنی ہیں

## ہندو مسلم اتحاد

ہم سب اس خلوص سے جو یقین واثق پر مبنی ہے یہ اعلان کرتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی طاقت ہمارے مطالبہ سوراج میں تاب مزاحمت نہیں لا سکتی۔ شرط صرف اتنی ہے کہ ہندو اور مسلمان واقعی خلوص نیت سے متحد ہو جائیں۔ ہم باقتضائے فطرت اتحاد کا وعظ بھی کہتے ہیں اسکی خواہش بھی رکھتے ہیں اور اسکے لئے جدوجہد بھی کرتے ہیں تاہم نفاق مرض مزمنہ کی طرح چمٹا ہوا ہے جسنے تدابیر طب کو عاجز کر دیا ہے۔ کبھی ہم قومی گیتوں کا نسخہ لکھتے ہیں۔ "مادر ہند کے سپتے!"

"جوڑواں بھائی" اور "جوڑواں بہنیں" کبھی ہم اسے بدل دیتے ہیں کہ حکومت کی "دو آنکھیں" یا "دو بیویاں"۔ لیکن تقدیر کا لکھا یہ ہے کہ سیاسی نیم حکیم مرض کو بڑھاتے رہیں اور ہم دیکھا کریں۔ فرقہ وارانہ مطالبات کے ہر اظہار کو پردیسی حکومت کی مفسدانہ ایما پر محمول کیا جاتا ہے۔ تاہم کوئی صحیح العقل انسان مسٹر طیب جی کے بیان ۱۸۸۷ء کی صداقت پر حرف گیری نہیں کر سکتا کہ ہماری مہتم بالشان ہندوستانی اقوام میں سے ہر ایک کو اپنی مخصوص تمدنی اخلاقی تعلیمی اور نیز سیاسی مشکلات سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ ہم غلطی پر یہ سمجھتے ہیں کہ اتحاد ایک مقصد کے حاصل کرنیکا ذریعہ ہے حالانکہ اتحاد دراصل تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہے۔ اگر ہمارے اختلافات کا تصفیہ ہو جائے تو ہندو مسلم اتحاد خود بخود پیدا ہو جائیگا۔ سوراج کی عنقریب آمد فرقوں کو مجبور کر رہی ہے کہ سوراج میں پہلے ہی سے ان کا حصہ معین کر دیا جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہندو اکثریت جمہوری تنظیمات میں مختار کل بن جائے۔ یہ طریقہ دانائی پر مبنی ہے۔ عوض معاوضہ اور داد و ستد کا اصول ناگزیر ہے۔ اسکے برعکس کونسلوں اور میونسپلٹیوں میں پورے پیمانہ پر فرقہ وارانہ نیابت اور ملازمتوں میں منصفانہ حصہ ملنے پر اصرار کرنے سے نہایت افسوسناک صورت معاملات رونما ہوئی ہے۔ باہمی اعتماد جاتا رہا ہے۔ دوستی سرد مہری سے بدل گئی ہے اور خونریز بلووں نے محبان وطن کے دلوں کو غمگین بنا دیا ہے۔ مہاتما گاندھی نے ایک طویل برت رکھکر ہر دو اقوام کے لیڈروں کو دہلی میں ایک مجلس اتحاد طلب کرنے پر مجبور کیا۔ گائے کشی اور مسجدوں کے سامنے باجا بجانے کے متعلق تجاویز منظور ہوئیں۔ میں اُن تجاویز پر رائے زنی کرنا نہیں چاہتا بے اطمینانی اور فرقہ وارانہ جنگ و جدال کے (جو ہندوستان بھر میں برپا ہوا) صرف یہی اسباب نہیں ہیں بلکہ اور بھی اسباب ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ سیاسیات ہند کی تاریخ میں کوئی زمانہ موجودہ دور سے زیادہ نازک نہیں آیا ہے۔ آپ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ یاد رکھیے کہ آپ کی مٹھی میں سات کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہے۔ آپ بلاشبہ ناموافقت اور اختلاف کی اہم تنقیحات پر احتیاط سے غور و خوض فرمائینگے۔ مگر دو ایک امور میں سرسری طور سے بطریق مشورہ عرض کرتا ہوں۔

## جداگانہ انتخاب

سارے جھگڑے کی جڑ نیابت کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ہندو دوست یہ حجت کرتے ہیں کہ جداگانہ نیابت جمہوریت کے منافی ہے۔ اور مخلوط انتخاب سے اتفاق و اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ اس سے مفاہمت لکھنؤ کے اصول کی تردید ہوتی ہے نیز شیرازہ منتشر ہونے کا احتمال ہے۔ اسکے علاوہ مجھے کامل یقین ہے کہ جداگانہ نیابت ایک حقیقی ضرورت ہے۔ مجھے یہ بھی اطمینان ہے کہ یہ افتراق اتفاق کا پیش خیمہ ہے اور یہ خوشخبری لاتا ہے کہ ہندوستان بہت جلد دولت جمہوریہ کا ایک آزاد ممبر ہو جائیگا۔ کنیڈا اس امر کی ایک بہترین مثال مہیا کرتا ہے۔ کنیڈا میں انگریز اور فرانسیسی ہمیشہ معاندت میں صف آرا ہوتے اور ... "مرہٹے" اس لڑائی کا فیصلہ کرنے کیلیے

جسکا خاتمہ بالآخر میدان ابراہیم پر ہوا۔ ہندوستان کے چاول پیدا کرنیوالے کھیتوں میں
جوق جوق قتل ہوئے۔ اس سے برطانیہ عظمیٰ کی برتری شمالی امریکہ میں قائم ہوگئی اور ۱۷۶۳ء
میں فرانس نے کنیڈا برطانیہ عظمیٰ کے حوالہ کر دیا۔ ایسے ہمسایوں کو جو احکام عشرہ کی رو سے
مقرر ہوئے تھے فطری طور پر ایک دوسرے سے محبت و موانست نہیں ہو سکتی تھی۔ ۱۷۸۶ء
میں گرینول نے کنیڈا کو دو صوبوں میں دو جداگانہ حکومتوں کے ماتحت تقسیم کرنے کی تجویز
کی۔ فوکس نے تقسیم کی اس بنا پر مخالفت کی کہ اس سے دونوں قوموں کے درمیان اور
زیادہ افتراق ہو جائیگا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ سب سے زیادہ عاقلانہ حکمت عملی یہ ہوگی
کہ "نوع کی قوم کو ایک جماعت میں متحد کر دیا جائے۔ اور قومی فرق و اختلاف کو فنا کر دیا
جائے۔ پٹ نے بنیادی اصول کی حیثیت سے تقسیم کی حمایت کی۔ اور یہ دلیل پیش کی
کہ نہایت اغلب ہے کہ یہ طریقہ فرانسیسی اور انگریزی فریقوں میں اتحاد پیدا کر دے۔
چنانچہ جداگانہ صوبے قائم کر دیئے گئے۔ واقعات نے پٹ کو حق بجانب ٹھہرایا۔ ۱۸۱۲ء
کی جنگ میں فرانسیسی تاج برطانیہ کے ساتھ وفادار ثابت ہوئے۔ صلح ہو جانے کے بعد
مجلس عاملہ اور مجلس آئین میں لڑائی چھڑ گئی۔ لارڈ ڈرہم کو "معلوم ہوا کہ ایک ہی سلطنت
کے آغوش میں دو قومیں برسرپیکار ہیں۔ "مجھے یہ اصولوں کی کشمکش نہیں بلکہ قوموں
کی کشمکش معلوم ہوئی"۔ لیکن پھر دونوں قوموں میں اتحاد ہو گیا اور انھوں نے متحدہ
کوشش سے حکومت عاملہ کو زیر و زبر کر کے ذمہ دار وزارت قائم کرنیکا تہیہ کیا۔ اسی
کا یہ نتیجہ تھا کہ ۱۸۴۰ء میں "قانون برائے مکرر اتحاد شمالی و جنوبی کنیڈا" منظور ہوا
ہمراز ریاست کی تحریک ترقی کرتی گئی۔ اور برٹش قانون ۱۸۶۷ء جملہ ریاستہائے
شمالی امریکہ کنیڈا کے نظام اتحاد میں منسلک ہو گئیں۔ علیحدگی اتحاد کا بہترین طریقہ
ثابت ہوئی۔ کنیڈا کا مسئلہ مملکت سے متعلق تھا۔ ہندوستان کا مسئلہ زیادہ ٹیڑھا
اور پیچیدہ ہے۔ وہاں واقعات نے نیابت جداگانہ کے اصول کی حمایت کی تھی۔ لہذا
اس سبق پر ہندوستان میں بھی یقین و اعتماد کے ساتھ عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اس
اصول پر کسی نہ کسی شکل میں دنیا کی بعض نہایت ترقی یافتہ سلطنتوں میں عمل کیا گیا ہے
حال میں زیکوسلوویکیا کے آئین اساسی وضع کرنے میں اس اصول کا استعمال کیا گیا ہے
لیکن سوئٹزرلینڈ میں اس اصول پر بہت عرصہ سے عملدرآمد ہے جہاں پریسیڈنٹ کا عہدہ بھی
باری باری اطالوی اور فرانسیسی اور جرمنی نسل کے اہل سوئٹزرلینڈ میں منتقل ہوتا ہے۔ ہندوستان
کی تاریخ انتخابات بھی ہمیں یہی سبق سکھاتی ہے۔ ابتدا میں حکومت کی طرف سے بذریعہ نامزدگی
تقرر ہوتا تھا۔ اس نامزدگی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جو لوگ حکومت کی طرف سے نامزد ہوتے
ہیں انکو یہ عہدے عزت کے لئے دئے جاتے ہیں نہ کہ خدمت اور ادائے فرض کے لئے۔
اس وجہ سے ان مناصب اعزاز کے لئے ایک فرقہ وارانہ حوصلہ مندی پیدا ہو گئی۔ اس کے
بعد نظام انتخاب میں مسلمانوں کی حیثیت اچھی نہیں رہی۔ مارلے منٹو اصلاحات کے ماتحت

سب سے پہلے مسلمانون نے انتخابات بذریعہ رائے عامہ ...... کا مطالبہ کیا اور اسکے حصول مین کامیابی ہوئی۔ اسی سلسلہ مین سر ابراہیم رحمۃ اللہ کی مساعی جمیلہ شکریہ کی مستحق ہین۔ مسلمان فطری طور پر علٰحدہ تھے۔ میونسپل انتخابات مین اجتماعی طریق آرائی وجہ سے مسلمانون کو بمبئی کارپوریشن مین جگہین مل جاتی ہین۔ اسلیے رائے دہندگی قریباً خالص فرقہ دارانہ طریق پر ہے اور فرقہ دارانہ تعصبات و جذبات کو اپیل کرنے سے اکثر نہایت بدنما مناظر پیدا ہوتے ہین جن سے نقض امن کا اندیشہ اور باہم جذبہ منافرت برانگیختہ ہو گیا اس حقیقت سے چشم پوشی کرنا غیر دانشمندانہ ہے کہ رائے دہیتے کا اصل طریقہ فرقہ دارانہ اصول پر مبنی ہے۔ ان حالات مین ڈاکٹر بلیسی آنجہانی جیسے اصحاب جنھون نے شہر بمبئی کے ایک مُدنی باپ کی حیثیت سے عظیم الشان خدمات انجام دی تھین انکو ایک ہندو مدمقابل نے شکست فاش دیدی۔ حالانکہ اس نے کوئی مدنی خدمت نہین کی تھی مگر وہ محض اسوجہ سے کامیاب ہو گیا کہ وہ ہندو تھا اور کل ہندو رائین اسکو مل گئین۔ وہی فرقہ دارانہ رائے کا طریقہ اسوقت دائر و سائر ہے۔ اِن واقعات سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ مخلوط انتخاب کا وقت ابھی نہین آیا۔ جداگانہ نیابت سے اسکا یقین ہو جائیگا کہ کونسلون مین قلت کی آواز ضرور سنی جائے گی۔ اور تدابیر و اصول کے تفاذ مین مدد ملیگی اور انکو نمایان حیثیت حاصل ہو جائیگی

## طریق حصول

حصول مقاصد کے جو طریقے ہم کام مین لائین انپر احتیاط سے غور و تدبیر کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو کسی قوم سے اجنبیت اور بیگانگی اختیار نہین کرنی چاہیے۔ ہم کو چاہیے کہ برطانیہ کے ساتھ دوستی اور ہندوؤن کے ساتھ اخوت کو ترقی دین۔ میری رائے مین برطانوی تعلق ناگزیر ہے۔ وہ یقیناً مفید ہے۔ اور مسلمانون سے زیادہ خود ہندوؤن کے لیے مفید ہے۔ انکے جمہوری اصول اسلیے ضروری ہین کہ ہندوؤن مین ذات پات کی تجزا اور معاشرتی رسم و رواج کو مٹا دین جو بنی نوع انسان کی تذلیل کو اچھوت کی انتہائی کراہت تک پہنچا دیتے ہین۔ اہل برطانیہ کی مادی تجارتی اور حرفتی تحریکات سے ہندوستان مین بھی اس قسم کی تحریکات اور اقتصادی نجات کی رفتار مین ترقی ہونا لازمی ہے۔ فی الحال مالی انقدام ہمارے بہت سے منصوبون کے لیے قبل از وقت موت اور گلا گھونٹ دینے کا مترادف ہے۔ اقتصادیات مین کامل خود مختاری حاصل ہونے پر ہندوستان غیر ممالک کے مالی محاربات کا اندفاع کرسکتا ہے۔

افق پر ایک سیاہ بادل ہے جسکا اثر ہمارے مذہب پر پڑ رہا ہے۔ ان اصولی یا دینیات کی حدود مین دخل دینا میرا منصب نہین ہے۔ جنھون نے ملک مین عدم تعاون کی روح پھونکی ہے لیکن مین انگلستان کے لیے اسکی تقصیرون کے باوجود ہر ممکن کشادہ دلی کی سفارش کرونگا جو ہمارے اعتقادات کے منافی نہ ہو اور جس سے دوستی مین ترقی ہوسکے۔ لیکن دوستی یکطرفہ نہین ہوسکتی دونون فریق کی طرف سے ہونی چاہیے۔ لیکن برطانیہ کو زیادہ پاس محبت نہین ہے۔ ممکن ہے کہ اسکا سبب اینگلو سیکسن کی قومی

ضد و عصبیت ہو یا اس کا باعث یہ ہو کہ وہ بطی الذہن ہیں ۔ تاہم میں ایک حقیقی مصالحت کی معقول پالیسی کی امید رکھتا ہوں ۔

یہ بحث تو برطانیہ کی دوستی کے متعلق ہے رہا ہندوؤں کے ساتھ اخوت کا مسئلہ میں اب اسکی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ میں ضرور اعتراف کرونگا کہ اس وقت تک ہم نے حکومت کی امداد پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا ہے ۔ یہانتک کہ ہم اہل ہنود کی نگاہ میں مشتبہہ ہو گئے ۔ ہم پر ہندوستان کی ترقی میں خود غرضانہ رویہ سے روڑے اٹکانے کا الزام لگایا گیا ۔

لیکن سر سید احمد خان کی علیحدگی سے مفاہمت لکھنؤ تک مسلم لیگ کے ذریعہ ہم بہت تیزی سے حلقۂ ہنود کی طرف کھنچے چلے گئے گویا کہ کوئی مقناطیسی قوت یا کشش ثقل ہمیں کھینچ رہی تھی ۔ آخر کار خلافت کے آلام و مصائب سے تنگ آ کر ہم نے سر نیاز خم کر دیا ۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کا ثمرہ سنگٹھن اور شدھی کی صورت میں ملیگا ۔ ان تحریکات سے قبل و مابعد ہندوستان کے مختلف حصوں میں غمناک واقعات پیش آئے ۔ تعصبات سے بھری ہوئی مذہبی فضا میں سیاسی اتحاد عمل یا سنجیدہ تدبر کی توقع نہیں کی جا سکتی ۔ اگر کوئی مسلمان لکڑہارا پیپل کے درخت کی ایک ٹہنی کاٹ ڈالتا ہے تو اہل ہنود مبالغہ کر کے اس کو تمام مسلم قوم کی طرف سے ایک مذہبی بے حرمتی قرار دیتے ہیں ۔ اور جب مسلمانوں کی باری آتی ہے تو وہ ہندوؤں سے باجے کا جلوس نکالنے پر انتقام لیتے ہیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ مٹھی بھر آدمیوں کا جھگڑا ساری قوم کے سر منڈھ دینا کہاں کا انصاف ہے !

ہمیں اس نامعقول خردہ گیری کو ختم کر دینا چاہئے ۔ امن و آشتی اور نیک نہادی کے لئے جو مساعی جمیلہ اس وقت کی جا رہی ہیں میں ان کا خیر مقدم کرتا ہوں لیکن میرا ذاتی تجربہ کامیابی کے متعلق مجھے شک میں ڈالدیتا ہے جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ تنگدی اور تلشی میں با اثر اور تعلیم یافتہ حضرات بھی بے سمجھے بوجھے کام کرتے ہیں ۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم تعلیم میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں ۔ اور عوام الناس کی کثیر دولت ضایع ہوئی ۔ اگر ہم امن و صلح قایم کرنا چاہتے ہیں تو خدا کے واسطے ہمیں فضولیات کو ترک کر دینا چاہئے اور اپنے تنازعات و مطالبات واجب احساس تناسب کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں ۔ اسی نیک نہادی کے جذبہ سے میں کانگریس میں تمام جماعتوں کے درمیان اتحاد عمل کی تحریک کا خیر مقدم کرتا ہوں حصول سوراج کی غرض سے تمام جماعتوں کا معاہدۂ اتحاد اور مشترکہ مقابلہ کرنا قطعًا ناگزیر ہے ۔ اسلئے کل جماعتوں کا اتحاد ضروری ہے ۔ لیکن یہ خیال غلط ہوگا کہ کل جماعتیں فنا ہو کر ایک جماعت میں جذب ...... ہو جائینگی ۔ دستوری نظامات مختلف فریقوں کے بغیر نہیں چل سکتے جو اصولوں پر مبنی ہوں ۔ قومی اور فرقہ وارانہ فلاح و بہبود کے لئے فرقہ کا ہونا لازمی ہے ۔ مخالف فریقوں کے تصادم ہی سے قومی ترقی اور اسکی حفاظت ہوتی ہے ۔ لیکن سوراج کے بغیر قومی خوشحالی محال ہے ۔ سوراج ہمارا پیدایشی حق ہے ۔ اسلئے ہمیں چاہیئے کہ ایک دل و جان ہو کر اپنے اندر قومی روح پیدا کریں تاکہ ہم اپنا پیدایشی حق حاصل کر سکے

کی قابل ہوسکین - اور ممکن ہے کہ ہم عنقریب مادر وطن کو آزاد قومون کے درمیان ایک باعث افتخار جگہ پر متمکن ہوتے دیکھکر خوش ہوسکین - لیکن ہندو بھائیون کے فائدہ کے لئے مین بادل ناخواستہ انکو ایک حقیقت سے خبردار کرتا ہون - وہ یہ ہے کہ مسلمان کے جذبات مشتعل ہو چکے ہین - زخم گہرے ہین اور بقول شاعر :-

کچھ نئے زخم کچھ پرانے ہین
آج تم کو سبھی دکھانے ہین

مسلمانون کو صحیح یا غلط طریق پر یہ معلوم ہوگیا ہے کہ اون کے حقوق پامال کئے جارہے ہین۔ اسیوجہ سے ہندوستان کے مفاد کا تقاضا ہے کہ ہندؤون کو حسیات وجذبات سے زیادہ استدراک واستدلال سے کام لینا چاہئے۔ اور اپنی حوصلہ مندیون کو معقول ومدلل مصالحت کے ماتحت کردینا چاہئے اور نہ صرف سیاسی معاملات مین بلکہ انتظامی عہدہاے ملازمت مین بھی داد وستد اور عوض معاوضہ کے اصول پر کاربند ہونا چاہئے - اسپر فوری عملدرآمد کی ضرورت ہے - ورنہ تحفظ نفس کے اصول کے مطابق مسلمان مجبور ہوجائینگے کہ مزید اتحاد عمل سے اجتناب کرین۔ عہدون کے متعلق مین اس ناشایان خیال کو نہایت زور کے ساتھ مسترد کرتا ہون کہ یہ محض دال روٹی کا معاملہ ہے - اسمین شک نہین کہ ہر قوم کے لئے اپنے افراد کے واسطے حصول ملازمت مین سہولیتین ہونی چاہئین - اور اسی اصول کی بناپر ہندوستان انگریزون کو اس ملک مین عہدہ ملنے کے خلاف صداے احتجاج بلند کررہا ہے اور ملازمتون کو ہندوستانی بنانے پر مصر ہے - تاہم یہ معاملہ ایسا خفیف وسرسری نہین ہے جیسا کہ ظاہر کیا جاتا ہے - یہ فقط مالی فتوح وآمدنی کا سوال نہین ہے جوان ملازمتون کے ساتھ لازم وملزوم ہوگئی ہین - جذبۂ قومی کے لحاظ سے یہ آمدنی خواہ مسلمانون کی جیب مین جائے یا ہندؤون کی ایک ہی بات ہے - سوچنا تو اس دور رس اثر کا ہے جو مسلمانون کی سرکاری ملازمت سے پیدا ہوگا - یہ اثر تمام ضلع بلکہ سارے صوبہ مین سرایت کریگا اور نہ صرف عمدہ اور پرامن انتظام کا موجب ہوگا بلکہ عوام الناس کے درمیان سے غلط فہمیان بھی رفع ہوجائینگی اور وہ بے اطمینانی بھی دور ہوجائیگی جوان غلط فہمیون سے پیدا ہوتی ہے - عہدہ حاصل کرنیکے متعلق میرا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اعلےٰ ہون یا ادنےٰ اس منصب واقتدار کی علامت ہین جس کے وہ خوددار قوم ہونے کی حیثیت سے مستحق ہین -

## مقامات مقدسہ

ایک مسئلہ ایسا ہے جو صرف مسلمانان ہند ہی کے لئے نہین بلکہ ساری دنیا کے مسلمانون کے لئے باعث اضطراب ہے گذشتہ عالمگیر جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ ترکی کے قبضہ سے نکلکر سلطان حجاز کے قبضہ مین آگئے - بدقسمتی سے شاہ حسین کی حکومت ناکام ثابت ہوئی اور حاجیون کو

سخت آلام و مصائب کا سامنا ہوا۔

سلطان نجد عبدالعزیز ابن سعود نے اُنکو جبراً مکہ معظمہ سے نکالدیا۔ اور دنیائے اسلام کو ایک کانفرنس مین مدعو کیا ہے۔ مین امید کرتا ہون کہ مقامات مقدسہ کے متعلق کانفرنس مین کوئی ایسا فیصلہ ہو سکے گا جس سے تمام دنیائے اسلام مطمئن ہو جائے اور حاجیون کی سلامتی و آسایش کا یقین ہو جائے۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے بیشتر مجھے اجازت دیجئے کہ مین آپ کے سامنے چند مشورے پیش کرون۔ سب سے پہلے مین آپ سے دنیائے اسلام کے مختلف الخیال جماعتون کی کانفرنس منعقد کرنے کی مصلحت پر غور کرنے کی درخواست کرونگا۔ اس سلسلہ مین اگر آپ کی یاد دہانی کے لئے مین یہ عرض کرون کہ مسلمانون مین تین مختلف الرائے گروہ ہین تو امید ہے کہ آپ اسکو بے محل تصور نہ کرینگے۔ پہلا گروہ جسکو یقین ہے کہ سوراج ملتے ہی فرقہ وارانہ مناقشات فوراً رفع ہو جائینگے فوری سوراج کے مطالبہ کا حامی ہے۔ دوسرا گروہ جو تازہ واقعات کی وجہ سے حواس باختہ ہے۔ اور ان واقعات کو سوراج کے اقدام اولین کی طرف منسوب کرتا ہے کسی سیاسی ترقی کو نظر استحسان نہین دیکھتا۔ اور تیسرا گروہ سوراج چاہتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ان کے فرقہ وارانہ مفاد کی کافی حفاظت اور مفاہمت و معاہدات پر عملدرآمد کی کافی ضمانت ہو۔ ان مختلف الآرا جماعتون کی کانفرنس منعقد ہونے سے استدلال یا مصالحت کے ذریعہ موافقت پیدا ہو جائیگی اور آپ متحدہ مسلم رائے پیدا کر سکینگے۔

میرا دوسرا مشورہ تعلیم کی ترقی ہے۔ تعلیم سیاست کی پیش خدمت ہے۔ نیابتی موسسات کو تعلیم کے بغیر طمانیت بخش طریق پر نہین چلایا جا سکتا۔ عوام کی تعلیم نہایت ضروری ہے مین امید کرتا ہون کہ آیندہ ہر سال مسلم لیگ اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ایک ہی مقام پر ہوا کرینگے۔ آپ کو ابھی ماہرین تعلیم سے ملنے اور اُن کے خیالات سے مستفید ہونے کا موقع ملا ہے۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ آپ اُن کے مشورے پر عمل پیرا ہو سکینگے۔ اور اونکی سفارشون پر قابل غور فرمائینگے۔

میرا تیسرا مشورہ یہ ہے کہ مسلمان اجتماعی حیثیت سے اپنے معاشرتی رسم و رواج کی اصلاح زمانۂ جدید کے روشن اور ترقی یافتہ خیالات کے مطابق کرین۔ بالخصوص ایسے امور مین جنکا صحت و جسمانی ترقی سے گہرا تعلق ہے۔ مین نہایت گرم جوشی سے جسمانی ترقی کی حمایت کرتا ہون تاکہ مرد اپنی عزت اور مستورات اپنی عصمت کی حفاظت کر سکین۔ لیکن یہ جسمانی ترقی باہمی امداد نہ کہ باہمی تصادم کے جذبہ سے کیجائے۔ مین نہایت عجز و ادب لیکن نہایت زور سے اُس جذبہ پر اظہار نفرین کرتا ہون جو ان مین تنظیم اقوام اور جسمانی قوت کی ترقی اس غرض سے چاہتا ہو کہ مختلف قومین باہم جنگ و جدال کرنے کے قابل ہو جائین۔

مین جس جذبہ کی سفارش کرتا ہون وہ اسلامی اخوت کا جذبہ ہے۔ اُسی جذبہ کے ماتحت مین

آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مذہبی - سیاسی - تعلیمی - اور تمدنی معاملات میں آپ ایک دوسرے کی امداد کریں - آپ اپنے ہمسایہ سے محبت کریں اپنے دشمنوں کو معاف کریں - اور پھر مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالے کی رحمت و برکت خود آپ اور آپ کے اعمال کے شامل حال رہے گی -

# تمت بالخیر



جہانگیری علوی پریس بمبئی میں چھپکر دفتر روزنامہ وحدت سے شایع کیاگیا